پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے سماجی مسائل کے بنیادی پہلو: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ

(Fundamental Aspects of Social Issues of Religious Minorities in Pakistan: A Critical Study in the light of Islamic teachings)

Dr. Khalid Mahmood [1]

Abstract:

Pakistan is an Islamic state where majority of people are Muslim. However, the non-Muslim citizens are also inhabitants of the state. Islam provides the equal social rights to all citizens in an Islamic state without the discrimination of race, language, sex or religion. In oppose to it, the religious minorities of Islamic Republic of Pakistan have to face various problems in the society. The fundamental aspects of social issues faced by the religious minorities in Pakistan have been analyzed in this research. In this regard, the class aspect of religious division, the Universal Declaration of Human Rights and the status of its implementation in Pakistan, as well as the United Nations Charter for Minorities have been reviewed. Discrimination against minorities and the status of Pakistan's religious minorities in the light of two-nation ideology have also been discussed.

Keywords: Discrimination, Social Rights, Forced Marriages, Injustice, Religious Minorities.

تعارف:

پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں کو متعدد سماجی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیر نظر تحقیق میں چند بنیادی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے سماجی وسیاسی مسائل کا کیا پس منظر ہے۔ از روئے دستور پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے جہاں وفاقی پالیمانی نظام رائج ہے۔ یہاں آبادی کی واضح اکثریت (96 فیصد) مسلمان ہے۔ اسلامی ریاست میں تمام غیر مسلم شہریوں کے سماجی وسیاسی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ تاہم پاکستان میں متعدد وجوہات کی بنیاد پر غیر مسلم شہریوں کو متعدد سماجی مسائل درپیش رہے ہیں۔ اس ضمن میں مذہبی تقسیم کا طبقاتی پہلو، انسانی حقوق کا عالمی منشوراور پاکستان میں اس پر عمل درآمد کی صورتحال نیز اقلیتوں کے لیے اقوام متحدہ کے منشور کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، اقلیتی شہریوں کے ساتھ امتیازی رویوں اور پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کے حوالے سے دو قومی نظریہ بھی اس تحقیق کا موضوع بحث ہے۔

(الف) مذہبی تقسیم کا طبقاتی پہلو:

متعدد ماہرین سماجیات کے مطابق معاشرے میں مذہب کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور معاشرے کے افراد کی بڑی اکثریت کسی نہ کسی مذہب سے گہرا لگاؤ رکھتی ہے۔ کارل مارکس نے مذہب کے حوالے سے ایک منفرد نظریہ پیش کیا۔ مارکس کے مطابق قدیم ترین دور میں انسان کو فطرت

[1]. Lecturer, Department of Pakistan Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad, Pakistan.
Khalidmahmoodpsc@gmail.com

کے بارے میں زیادہ معلومات نہ تھیں اور وہ مظاہر فطرت کی پوجا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ انسان نے فطرت کے حوالے سے معلومات حاصل کر کے اس پر کنٹرول حاصل کر لیا لیکن اس کے ساتھ جب سماجی تقسیم نے معاشرے کی درجہ بندی کی تو انسانوں کو ایک مرتبہ پھر ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا جن کے تحت وہ ان قوتوں کو کنٹرول نہ کر سکا جو اسے متاثر کرتی تھیں۔[2] کارل مارکس نے مذہب کو معاشرے کے اقتصادی نظام سے مربوط کرتے ہوئے اسے دھوکہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مذہب معاشرے کو ایک خاص سمت میں چلاتا ہے اور اس کا سارادارومدار معیشت پر ہے۔ جس طرح سرمایہ دارانہ نظام ہم سے محنت لے کر ہمیں اس کے معاوضے سے محروم رکھتا ہے اسی طرح ہمارا مذہب ہماری خواہشات تو جانتا ہے لیکن ہمیں ان سے محروم رکھ کر سرمایہ داروں کو تحفظ دیتا ہے کیونکہ یہ سرمایہ دارانہ نظام ہی کا پیدا کردہ ہے۔[3] مارکس کے مطابق یہ مذہب ہی ہے جو افراد کو اپنی قسمت قبول کرنے پر آمادہ کرتا اور ظلم سہنے پر مجبور کرتا ہے۔ مذہب انسان کو ظلم کے خلاف بغاوت نہیں کرنے دیتا اور طاقت کے زور پر ہونے والی ناانصافیوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ مثبت تبدیلیوں سے محروم رہتا ہے۔[4] قتیل شفائی جیسا نامور شاعر بھی اس ضمن میں کہتا ہے کہ:

زمانے میں قتیل اس سا منافق کوئی نہیں جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

اس کے برعکس اسلام تمام شہریوں کو مساوی سماجی رتبہ دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لا اکراہ فی الدین۔[5]

"دین میں کوئی جبر نہیں۔"

مذکورہ آیت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو اپنے اپنے مذاہب پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ مزید یہ کہ انہیں نہ تو تبدیلی مذہب پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی انہیں اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے ریاست مدینہ میں تمام شہریوں کو مساوی درجہ عطا فرمایا۔ خلفائے راشدین کے ادوار میں بھی اسلامی ریاستوں میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل تھے۔ تاہم اگر ہم مارکس کے خیالات کو پاکستان میں رہنے والی پس ماندہ مذہبی اقلیتوں کے تناظر میں دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ پاکستانی قوم کو مذہب کے نام پر تقسیم در تقسیم کیا گیا ہے۔ پاکستان کے غیر مسلم شہری نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود بھی قوم کا حصہ نہ بن سکے۔ کوئی بھی مذہب انسانوں کو تقسیم نہیں کرتا بلکہ انہیں مل جل کر رہنے کی تلقین کرتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام کی جڑیں بہت مضبوط اور گہری ہیں جس کے سبب جاگیر داروں، سیاست دانوں اور حکمرانوں نے مذہب کو اپنے مفادات کے لیے استعمال میں لا کر ملک میں عدم رواداری اور تشدد کا کلچر پروان چڑھایا۔ پاکستان میں اب بھی طاقت

[2] See Karl Marx, "Religion and Ideology", in Malcolm B Hamilton, ed., The sociology of Religion, London and New York: Routledge, 1995. pp. 80-81.

[3] "Karl Marx's Analysis of Religion", available at: http://atheism.about.com/od/philosophyofreligion/a/marx_4.htm. 16 May 2012.

[4] "Sociological Theories of Religion", available from: http://www.asanet.org/research/briefs_and_articles.cfm. 16 May 2012.

[5]. Al-Baqarah 256:2

کے زور پر مظالم عروج پر ہیں جن سے خود اکثریتی طبقہ بھی محفوظ نہیں لیکن یہاں کی پس ماندہ مذہبی اقلیتوں کو دہرے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک تو غربت اور پس ماندگی کے سبب ان کا سماجی رتبہ کم تر ہے جبکہ دوسری بڑی وجہ غیر مسلم ہونا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں غریب عوام کے لیے عدل و انصاف کی فراہمی ایک خواب بن کر رہ گیا ہے لیکن غیر مسلم شہریوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کہیں زیادہ ہیں اور مذہب کے نام پر بنائے گئے قوانین کی مدد سے غیر مسلموں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں خصوصاََ پسماندہ مذہبی اقلیتوں کو زیادہ مسائل کا سامنا درپیش ہے جن میں نچلی ذات کے ہندو، عیسائی اور سکھ خاص طور پر شامل ہیں جب کہ مالی طور پر مستحکم غیر مسلم شہریوں کو سماجی و سیاسی مسائل کا زیادہ سامنا نہیں کرنا پڑتا جیسا کہ پارسی، قادیانی اور بہائی پاکستان میں عام شہریوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب کے نام پر ہونے والے مظالم کے پس منظر میں معاشی اسباب بھی کارفرما ہوتے ہیں۔

(ب) انسانی حقوق کا عالمی منشور اور پاکستان میں اس پر عمل درآمد کی صورتحال:

پاکستان میں پسماندہ مذہبی اقلیتوں کو کس قدر حقوق حاصل ہیں اس کا جائزہ لینے کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ عالمی سطح پر انسانی حقوق کا کیا دائرہ متعین کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں انسانی حقوق کا عالمی منشور ایک اہم حوالہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ذیل میں انسانی حقوق کے عالمی منشور کا مختصراً جائزہ لیا جا رہا ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ 2 کے مطابق:

> "ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"[6]

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ نمبر2 کی روشنی میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے تمام انسان مساوی ہیں اور بنیادی انسانی حقوق جو کہ عالمی منشور کے تحت دیئے گئے ہیں ان سے کسی کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں رنگ، نسل، زبان اور مذہب کے ساتھ ساتھ سیاسی بنیادوں پر تفریق کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ پاکستان میں سیاسی اقربا پروری تو بہت پہلے سے جاری ہے لیکن اب مذہبی بنیادوں پر انسانی حقوق کی پامالی بڑے پیمانے پر کی جا رہی ہے اور تمام شہریوں کو مساوی حقوق نہیں دیئے جا رہے۔ اس منشور کی دفعہ نمبر3 کے مطابق:

> "ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے۔"[7]

دنیا میں کسی بھی علاقے کے افراد کو ان کے حق زندگی اور حق آزادی کا تحفظ حاصل ہے اور ان سے یہ حق چھینا نہیں جا سکتا لیکن پاکستان میں افراد کو یہ حقوق رسمی طور پر ہی دیئے گئے ہیں، عملی لحاظ سے ان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ خاص طور پر پس ماندہ مذہبی اقلیتوں کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نہ تو کسی غیر مسلم شخص کو اپنی زندگی کی حفاظت کا بھروسہ رہا ہے اور نہ ہی ان کو ذاتی تحفظ اور آزادی دی گئی ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ نمبر16 کے مطابق:

(الف) "بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔"

---

[6] "*Insāni Haqooq kā Ālmi Manshoor*", Lahore: Nirali Kitaben, January 2003, pp7-8.
[7]. ibid. pp 14-15.

(ب) ”شادی فریقین کی مکمل اور آزادانہ رضامندی سے ہو گی۔“

(ج) ”خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے تحفظ کا حق دار ہے۔“[8]

پاکستان میں اب کورٹ میرج کی طرف رجحان بڑھتا جا رہا ہے تاہم ایسا صرف بڑے شہروں میں ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ اگرچہ دیہی علاقوں سے بھی ایسے واقعات منظر عام پر آتے رہتے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی معاشرے میں لوگ والدین کی طے کردہ شادیوں کے ہی پابند کر دیے جاتے ہیں، اگر والدین پسند کی جگہ شادی کرنے کی بجائے کہیں اور رشتہ طے کر دیں تو ایک واضح اکثریت کو والدین کی خوشی کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے لیکن ایسی شادیوں کی کامیابی کے امکانات بھی محدود ہوتے ہیں اور سارا ملبہ لڑکی پر ہی گرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ شادی کے بعد لڑکی کو طلاق ہو جائے تو اس کی باقی زندگی بڑی کٹھن مراحل سے گزرتی ہے۔ اقلیتی گھرانوں کی لڑکیوں کو دوہرے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر مسلم لڑکی اسلام قبول کر کے کسی مسلمان مرد سے شادی کر لیتی ہے یا اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں سے مکمل طور پر علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اگر اس کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ ہو تو اسے مجبوراً ساتھ نبھانا پڑتا ہے اور اگر اسے طلاق ہو جائے تو پھر اس کے اپنے ماں باپ اور رشتہ دار، اسے واپس قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں کیونکہ مقامی تصورات کے مطابق ان کی عزت اس عرصے میں خاک میں مل چکی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں شادیاں ہم مذہب خاندانوں میں ہی طے پاتی ہیں۔ غیر مذہب کی شادی کا رواج نہیں ہے۔ خود ایک ہی مذہب کے دو فرقوں میں شادی کا بندھن طے پانا بھی شاذ و نادر دیکھنے میں آتا ہے۔ اقلیتی طبقات میں تو مسائل کی نوعیت مزید سنگین صورت حال کی حامل ہے۔ پاکستانی سماج میں کوئی بھی غیر مسلم مرد کسی مسلمان عورت سے شادی کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ البتہ کوئی بھی مسلمان مرد اقلیتی لڑکی سے با آسانی شادی کر سکتا ہے، ایسی درجنوں مثالیں موجود ہیں جن میں غیر مسلم عورت نے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان مرد سے شادی کی۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ ازدواجی مقصد کے لیے غیر مسلم لڑکی کو ہی مذہب تبدیل کرنا پڑتا ہے، انسانی حقوق کے کمیشن کی رپورٹوں اور اخبارات کی خبروں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ غیر مسلم لڑکیوں کو اغوا کر کے جبراً ان کا مذہب تبدیل کروایا جاتا ہے اور ان سے شادی کر لی جاتی ہے اور پھر کچھ ہی عرصے بعد لڑکی عدالت میں بیان درج کرواتی ہے کہ اس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر کے اپنی پسند کی شادی کی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہوتی ہے کہ جو لڑکی پیدائش سے لے کر 18 یا 20 برس کی عمر تک غیر مسلم ماحول میں رہتی ہے وہ اچانک اپنا مذہب کیسے تبدیل کر سکتی ہے اور پھر یہ کہ کیا وہ شادی کیے بغیر اسلام قبول نہیں کر سکتی۔ اس ضمن میں اگر یہ کہا جائے کہ غیر مسلم لڑکی اپنے گھرانے میں اسلام قبول نہیں کر سکتی کیوں کہ اسے اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہوتا ہے لہٰذا وہ کسی مسلمان سے شادی کر کے ہی خود کو محفوظ تصور کرتی ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ خدانخواستہ اسے طلاق ہو گئی تو لڑکے کے خاندان والے اس کی کفالت کریں گے یا کوئی اور مسلمان مرد اس سے شادی کر کے اسے معاشرے میں وہ عزت اور تحفظ فراہم کرے گا جو اس کا بنیادی حق ہے۔ یقیناً اس کا جواب نفی میں آتا ہے۔ مزید یہ کہ پاکستان کے قوانین کے مطابق اگر کوئی بھی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کر لے تو اس کا پہلا نکاح یا شادی کا بندھن از خود ختم ہو جاتا ہے اور کوئی بھی مسلمان مرد اس عورت سے شادی کر سکتا ہے۔

---

[8] "Insāni Haqooq ka Aalami Manshoor", op. Cit. pp-14-15.

انسانی حقوق کے منشور کی دفعہ نمبر 17 کے مطابق:

(الف)　"ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔"

(ب)　"کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا"۔[9]

پاکستان میں عمومی لحاظ سے ہر کوئی جائیداد بنانے کا حق رکھتا ہے اور اس کی خرید و فروخت کے سلسلے میں بھی آزاد ہے لیکن اقلیتوں کی صورت حال اس کے برعکس ہے۔ پاکستان میں آئے روز اقلیتی برادری کی جائیدادوں پر حملے کیے جاتے ہیں، گاؤں کے گاؤں جلا دیے جاتے ہیں، ان کی عبادت گاہیں بھی غیر محفوظ ہیں، کئی مرتبہ مسیحیوں کو زندہ جلانے کے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ جب خود جائیداد کے مالکان ہی غیر محفوظ ہوں تو جائیداد کی حفاظت کا تصور کوئی معانی نہیں رکھتا۔ جب کہ اسلام تمام غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا مکمل تحفظ کرتا ہے۔[10]

انسانی حقوق کے منشور کی دفعہ نمبر 18 کے مطابق:

"ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔"[11]

پاکستان میں آئینی اعتبار سے ہر کسی کو مذہبی آزادی حاصل ہے لیکن بعض حالات میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ پاکستان کے کئی شہروں میں گرجا گھر اور مندر کئی مرتبہ تباہ کیے گئے ہیں۔ البتہ باقی مذہبی اقلیتوں (پارسی، بہائی وغیرہ) کو نسبتاً کم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اقلیتوں کو وہ آزادی حاصل نہیں ہے جس کا ذکر قوانین میں ہے۔ بعض علاقوں میں تو اقلیتوں کو اپنے مذہبی تہوار منانے کی بھی آزادی حاصل نہیں ہے۔ تاہم انتخابات کی مہم کے دوران غیر مسلم آبادیوں کو ساتھ لے کر چلنے کی سیاسی چالیں ضرور دیکھی جاسکتی ہیں۔

اگر اسلامی ریاست کی بات کی جائے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام ہی وہ دین فطرت ہے جس نے مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا ہے۔ اس ضمن میں فیاض احمد فاروق کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا اور انہیں اسلامی ریاست میں مسلمانوں کے مساوی حقوق عطا کیے۔ سنن ابی داوٗد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خبردار جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اسے اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی، تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے (مسلمانوں کے خلاف) جھگڑوں گا۔"[12]

اسلام نے ریاست کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اقلیتوں کے جان و مال اور ان کی عزت و آبرو کا تحفظ کرے جب کہ غیر مسلم شہریوں کو ریاست کی سرحدوں کے تحفظ کی ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے خون کو یکساں قیمتی

---

[9] "Insānī Haqooq ka Ālamī Manshoor", op. cit. pp 14-15.
[10] See annual reports published by Human Rights Commission of Pakistan (HRCP)
[11] "Insānī Haqooq kā Ālamī Manshoor", op. cit. p15.
[12] Abū Dāwūd, Sulemān bin Ash'ās, *Al-Sunan,* (Al-Riyadh, Dārussalām Publishers,2009) Hadith: 592

قرار دیا گیا ہے اور خلفائے راشدین کے زمانے کی ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں غیر مسلموں کے قتل کی پاداش میں مسلمانوں کے لیے وہی سزائیں تجویز کی گئیں جو مسلمانوں کے قتل کی صورت میں مسلمانوں کے لیے مقرر تھیں۔[13]

انسانی حقوق کے منشور کی دفعہ نمبر 25 کے مطابق:

"ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے علاوہ مقررہ وقفوں کے ساتھ تعطیلات بھی شامل ہیں۔"[14]

پاکستان میں موجودہ دور میں بھی اقلیتوں کو روزگار کے یکساں مواقع مہیا نہیں ہیں، خاص طور پر ہندوؤں اور مسیحیوں کو زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ مسیحی شہریوں کے نام کے ساتھ مسیح لکھنے کا رواج عام ہے جو اکثر ناخواندہ اور غریب خاندانوں میں ہوتا ہے چنانچہ کسی شخص کا پیدائشی نام عنایت مسیح رکھ دیا جائے تو وہ عمر بھر کے لیے امتیازی سلوک کا سامنا کرتا رہے گا۔ پاکستانی معاشرے میں غیر مسلموں کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اہل کتاب اور غیر اہل کتاب۔ عیسائی تو اہل کتاب کہلاتے ہیں جبکہ ہندو اہل کتاب نہیں کہلاتے، دوسرے الفاظ میں عیسائی الہامی اور ہندو غیر الہامی مذہب کے زمرے میں آتے ہیں۔ ہندوؤں کا مسئلہ کچھ اس طرح سے الجھا ہوا ہے کہ وہ اہل کتاب نہیں کہلاتے لہٰذا انہیں ہوٹلوں یا گھروں میں کھانے پینے کے برتنوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہوتی، کراچی جیسے بڑے شہر میں کام کرنے والی ہندو عورتیں اگر ہوٹل سے چائے پینا چاہیں تو انہیں اپنے ذاتی گلاس میں چائے ڈلوا کر پینا پڑتی ہے۔ اس تناظر میں ملازمت کا حصول ان کے لیے مزید دشوار اور پیچیدہ عمل ہوتا ہے۔ گھروں میں کام کرنے والی ہندو خواتین سے لوگ جھاڑو لگواتے اور کپڑے دھلواتے ہیں لیکن ان سے برتن دھونے کا کام نہیں لیا جاتا۔ مندرجہ بالا مسائل کے باعث مسیحیوں اور ہندوؤں کو صفائی سے منسلک کاموں کے لیے ہی نوکری پر رکھا جاتا ہے جہاں انہیں طویل اوقات میں کام کرنا پڑتا ہے۔ انہیں نہ تو آرام کا وقت ملتا ہے اور نہ ہی مناسب تنخواہ دی جاتی ہے۔ یہ لوگ عام تعطیلات اور ہفتہ وار چھٹی سے بھی محروم رہتے ہیں۔ انہیں معمولی تنخواہ کے علاوہ اور کسی قسم کی کوئی سہولت فراہم نہیں کی جاتی۔ خصوصاً خواتین کو زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انہیں جنسی طور پر بھی ہراساں کیا جاتا ہے اور نہایت کم تنخواہ کے بدلے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی مندرجہ بالا دفعات کا مطالعہ کرنے اور پاکستان میں ان کا اطلاق دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے انسانی حقوق بری طرح پامال ہو رہے ہیں۔ خود اکثریتی طبقے کے غریب لوگوں کو بھی بنیادی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ تو ملک میں غیر جمہوری طرز حکمرانی کا فروغ ہے اور دوسری وجہ کمزور اقتصادیات کے باعث پھیلے ہوئے مسائل ہیں۔ پاکستان میں رنگ و نسل اور زبان کی بنیاد پر بھی عوام سے تفریق کی جاتی ہے۔ کسی مخصوص سیاسی جماعت میں شمولیت بھی افراد کے لیے متعدد مسائل کا سبب بنتی ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات میں بھی بے شمار رکاوٹیں سامنے آتی ہیں، مذہبی تعلیمات پر عمل کرنا بھی بعض اوقات پریشان کن ہوتا ہے، روزگار کے مواقع اور سرکاری ملازمتوں کا حصول پاکستان میں رہنے والی مذہبی اقلیتوں کے لیے انتہائی دشوار معاملہ ہے۔

---

[13]. Fayyāz Ahmad Farooq, *Islāmī Riāsat me Ghair Muslim Shehrion kay Haqooq*, Jang: Sunday Magazine, August 2, 2002, p 4.

[14] "Insānī Haqooq ka Ālamī Manshoor", op. cit. p15

(ج)اقلیتوں کے لیے اقوام متحدہ کا منشور:

اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے اقوام متحدہ نے 18 دسمبر 1992ء کو ایک اعلامیہ جاری کیا۔ اقوام متحدہ کے اس منشور کے آرٹیکل نمبر 1 کے تحت ریاستیں اپنی حدود کے اندر بسنے والی قومی، نسلی، ثقافتی، لسانی اور مذہبی اقلیتوں کے وجود اور شناخت کو تحفظ دیں گی۔ آرٹیکل نمبر 2 کے مطابق قومی، نسلی، مذہبی اور علاقائی اقلیتیں اپنے کلچر اور مذہب پر عمل کر سکیں گی، وہ سرکاری اور غیر سرکاری مقامات پر اپنی زبان کا آزادانہ استعمال کر سکیں گی اور ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں برتا جائے گا۔ مزید یہ کہ تمام اقلیتوں کو انجمن سازی کا حق حاصل ہو گا۔ اقوام متحدہ کے اس منشور کے آرٹیکل نمبر 4 میں کہا گیا ہے کہ ریاستیں اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ ملکی قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے اقلیتیں اپنی ثقافت، زبان، رسوم ورواج اور مذہبی تعلیمات پر آزادانہ عمل کر سکیں نیز یہ کہ ریاستیں اس ضمن میں اقلیتوں کی حوصلہ افزائی کریں گی اور اقلیتوں کو ایسا ماحول مہیا کریں گی جس کی بدولت وہ اپنے اپنے ملک کی معاشی ترقی اور نشوونما میں حصہ لے سکیں۔ آرٹیکل نمبر 5 کے مطابق اقلیتی افراد کے مفادات کی خاطر ملکی سطح پر پروگرام تشکیل دیئے جائیں گے اور ان پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اقوام متحدہ کے منشور میں قومی، نسلی، ثقافتی، لسانی اور مذہبی اقلیتوں کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے چاہے وہ کسی بھی ریاست سے تعلق رکھتی ہوں۔ دنیا بھر کی اقلیتیں اپنی قومیت، نسل، ثقافت، زبان اور مذہب کی بنیاد پر اپنی شناخت کرواسکتی ہیں اور انہیں اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرنے، اپنی زبان بولنے، بچوں کو ان کی زبان سکھانے، اپنے کلچر و ثقافت اور خاندانی روایات پر عمل پیرا ہونے اور اپنی تنظیمیں بنانے کا حق حاصل ہے۔ اقوام متحدہ نے ریاستوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ ہر ریاست اپنی حدود میں آباد تمام اقلیتی گروہوں کو قومی دھارے میں شامل کرے تاکہ اقلیتیں ملک کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ ریاستوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اقلیتوں کے لیے آگے بڑھنے کے مواقع پیدا کریں۔[15] تاہم پاکستان میں اقلیتوں کو جداگانہ انتخابات کی صورت میں قومی دھارے سے دور رکھا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کے مندرجہ بالا منشور کی روشنی میں اگر پاکستان میں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں اقلیتی شہریوں کو حاصل شدہ بنیادی حقوق کی صورتحال اطمینان بخش نہیں ہے۔ غیر مسلم شہریوں کو آئین کی رو سے بھی دیگر شہریوں کے مساوی حقوق نہیں دیئے گئے لیکن قانون اور دستور میں انہیں جو حقوق تفویض کیے گئے ہیں، عملی طور پر ان کا اطلاق بھی نہیں ہوتا جس کے سبب پاکستان میں رہنے والی مذہبی اقلیتوں کو سماجی وسیاسی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کی مذہبی اور ثقافتی شناخت بھی متاثر ہوئی ہے اور ان کے رسوم ورواج بھی بڑی حد تک مٹتے جارہے ہیں۔ اقلیتوں کو سیاسی میدان میں بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے اور انہیں معاشی اعتبار سے بھی آگے بڑھنے کے زیادہ مواقع حاصل نہیں ہیں، حالانکہ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کو ریاست کی جانب سے مساوی حقوق مہیا ہوتے ہیں۔

(د)اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک:

اکثریت اور اقلیت کا مسئلہ صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے متعدد ممالک میں اکثریت اور اقلیت کے حوالے سے مختلف قسم کے مسائل پائے جاتے ہیں۔ اگر اس مسئلے کو عالمی مسئلہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ دنیا بھر میں جہاں جہاں اقلیتیں بستی ہیں وہاں ان کے ساتھ امتیازی سلوک

[15] U.N.O, "Declaration on the Rights of Persons Belonging to National or Ethnic, Religious and Linguistic Minorities" http://www.un.org/documents/ga/res/47/a47r135.htm, 6th May 2012.

کیا جاتا ہے۔ کہیں نسلی بنیادوں پر اور کہیں لسانی بنیادوں پر انسانی گروہ پائے جاتے ہیں۔ بعض ممالک میں رنگ اور بعض میں علاقائی بنیادوں پر لڑائیاں اور جھگڑے پائے جاتے ہیں لیکن مذہبی بنیادوں پر اقلیت اور اکثریت کا تصور غریب اور ترقی یافتہ سبھی ممالک میں پھیل رہا ہے اور ہر دنیا کے تقریباً ہر ملک میں اقلیتوں کو امتیازی رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے دو زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کسی ملک یا ریاست میں مذہب کی بنیاد پر کوئی گروہ پھیلنا شروع ہوتا ہے تو اکثریت اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس ضمن میں فادر عمانوئیل عاصی نے متعدد مذہبی واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ جب بھی کسی نبی نے تبلیغ شروع کی تو اس کے ساتھی انتہائی قلیل تھے لیکن خدا کی رحمت سے ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اقلیتوں کی ترقی سے اکثریت ہمیشہ خوفزدہ رہتی ہے اور ان پر ظلم ڈھاتی ہے تاکہ مستقبل میں یہ اقلیتیں طاقتور نہ بن جائیں لہٰذا اکثریت ہر دور میں اقلیت کو ذہنی پسماندگی اور غلامی میں مبتلا دیکھنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی تعلیمات کو سماجی ناانصافی کے خلاف آواز تصور کیا جاتا ہے۔[16]

اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک اور رویوں کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ اقلیتی گروہ معاشرے میں اکثریت کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اقلیتیں چونکہ تعداد میں کم ہوتی ہیں لہٰذا وہ خود کو غیر محفوظ تصور کرتی ہیں اور معاشرے میں آگے بڑھنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ وہ کم وسائل میں بھی زیادہ محنت کرتی ہیں اور اپنے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے اکثریت کے مقابلے میں زیادہ محنت کرتی ہیں۔ زیادہ محنت اور جدوجہد کی بدولت معاشرے کے اکثریتی ارکان کے مقابلے میں ان کی ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ نشوونما پانے لگتی ہیں۔ اقلیتوں کی یہ ترقی اکثریتی طبقے کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے اور اکثریتی گروہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اقلیتیں بہت زیادہ آگے نکل جائیں گی۔ اکثریتی طبقے کا یہ خوف انہیں اقلیتوں کے خلاف ظلم اور امتیازی سلوک پر مجبور کرتا ہے جس کے نتیجے میں اکثریتی طبقہ اقلیتوں کے خلاف برسرپیکار ہو جاتا ہے۔

(ر) پاکستان کی مذہبی اقلیتیں اور دو قومی نظریہ:

ہندوستان کے مسلمانوں نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ دو قومی نظریے سے مسلمانوں کی مراد یہ تھی کہ ہندوستان میں دو بڑی قومیں یعنی مسلمان اور ہندو آباد ہیں۔ مسلمانوں نے پہلے اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا تاکہ انہیں ہندو اکثریت کے زیر تسلط نہ رکھا جائے۔ بعد میں مسلمانوں کو جب اندازہ ہوا کہ وہ ہندو اکثریت کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکیں گے تو انہوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ مملکت کے حصول کا مطالبہ کیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد یہاں مسلمان واضح اکثریت میں آ گئے جبکہ ہندو، عیسائی، سکھ، پارسی، بہائی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد پاکستان کے اقلیتی شہری بن گئے۔ اسی طرح بھارت میں ہندو اکثریت میں رہے جبکہ مسلمان، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو مذہبی اقلیتوں کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ تقسیم کے بعد جناح نے بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کو وہاں کی ریاست کے ساتھ وفاداری کا درس دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے مطابق:

> "جناح اپنے مقلدوں کے نام اس پیغام کے ساتھ کراچی کے لیے روانہ ہو گئے کہ اب ملک تقسیم ہو چکا ہے اور انہیں ہندوستان کا وفادار شہری ہونا چاہیے۔"[17]

---

[16]. Father Amanual Āsi, "*Aqliat ki Ilahiat*", Karachi: Maktaba Anaweem Pakistan, 1999, pp 28-32
[17].Maulanā Abul Kalām Azād, "Hamāri Āzādi", New Dehli: Orient Longmen, 1991, p 289.

دوسری جانب جناح نے پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کو پاکستان کے ساتھ وفاداری کی تلقین کی اور انہیں پاکستانی قوم کا حصہ قرار دیا۔ جناح کے خیال میں ہندوستان کی تقسیم کے بعد پاکستان میں بسنے والے مسلمان اور تمام غیر مسلم ایک قوم یعنی پاکستانی تھے، اسی طرح بھارت میں رہنے والے ہندو، مسلمان اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی ایک قوم تھے۔ جناح نے اپنی 11/ اگست کی تقریر میں فرمادیا تھا کہ پاکستان میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی نقطہء نظر سے مسلم اور غیر مسلم کا تصور ختم ہو جائے گا اور تمام لوگ ایک قوم بن کر رہیں گے، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ پاکستان کے قیام سے پہلے دو قومی نظریے سے مراد ہندو اور مسلمان دو قومیں مراد لی جاتی تھیں لیکن قیام پاکستان کے بعد دو قومی نظریے کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان میں بسنے والے تمام لوگ ایک قوم ہیں جبکہ بھارت میں بسنے والے تمام لوگ دوسری قوم ہیں۔ تقسیم سے پہلے بھی کانگریس کا یہی نعرہ تھا کہ تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں لہٰذا تقسیم کے بعد بھارت میں کسی بھی مذہب کے لوگوں کو دوسری قوم قرار دینے کا کوئی جواز نہ تھا۔ اسی طرح قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے مسلمانوں کو یہاں کی مذہبی اقلیتوں سے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا لہٰذا یہاں کے غیر مسلم شہریوں کو بھی ایک قوم کا حصہ سمجھنا ضروری امر تھا۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ جناح کی وفات کے بعد پاکستان میں مذہب کی بنیاد پر عوام کو تقسیم کیا گیا اور پاکستانی قوم میں مذہبی بنیادوں پر اختلافات پروان چڑھے۔ پاکستان میں ہندوؤں، مسیحیوں اور سکھوں کو ایک الگ قوم کا نام دیا گیا اور مسلمانوں کو ایک الگ قوم کہا گیا۔ اس طرح پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کو قومی دھارے سے جدا کر کے دوسرے درجے کا شہری بنادیا گیا، ان کے لیے جداگانہ انتخابات کا نظام رائج کیا گیا نیز ان کے لیے امتیازی قوانین بنائے گئے جس کے سبب قوم تقسیم ہو گئی۔ مذہب کی بنیاد پر تقسیم کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کو اقتصادی، سماجی اور سیاسی مسائل کی دلدل میں دھکیل دیا گیا ہے۔ جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف حکومت بلکہ اپوزیشن میں شامل سیاسی جماعتیں بھی قوم کو متحد رکھنے میں اپنا عملی کردار ادا کریں۔ پاکستان کی سول سوسائیٹی بھی اس ضمن میں عوام میں شعور بیدار کر کے اہم قومی فریضہ انجام دے سکتی ہے۔